معاشی مسائل میں فقہائے کرام کے مسالک اور تکملہ فتح الملہم کا استدلالی منہج

ڈاکٹر ظل ہما*

The discipline of Hadith studies is one of the richest and exclusive discipline of knowledge as its branches extend to hundred. The religious scholars had written thousands monograph concerning Hadith interpretations. Many voluminous works appeared and existed and each of them is a commendable contribution to hadith explanations. One of the significant works on Hadith explanations is "Takmila Fath al Mulhim" that is the result of scholastic efforts of many years by Mufti Muhammad Taqi Usmani. This explanation of Hadith Book Muslim was originated and finished till the "section of Marriage" by Allama Shabbir Ahmad Usmani but he could not extend it to the last chapter due to his political engagements and later his demise closed the chapter. Molana Taqi Usmani Completed the remaining work in almost 19 years. The economic issues play key role in human life as personal survival and growth of each and every one is directly linked with financial status. The Holy Quran gives core principles for a prosperous society that is based on economic justice. The second basic source of sharia is hadith that also provides a complete model of pragmatic teachnigs for monetary dealings, Philanthropic activities and prohibited business. The Scholars of Hadith sciences have discussed all dimensions of socio economic issues in their books of hadith explanations. The famous scholar Mufti Muhammad Taqi Usmani in his marvelous book "Takmila Fath al Mulhim" has also discussed financial issues in detail. This article deals with his discussion probing his methodology of argumentation and preference.

دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی اور تیسری صدی ہجری میں ائمہ ستہ کی مشہور زمانہ تالیفات وجود میں آ گئیں۔ احادیث کی جمع و ترتیب اور تہذیب کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور مختلف انداز سے محدثین احادیث کو ترتیب دینے کی خدمات سر انجام دیتے رہے لیکن اس میں جو تلقی بالقبول صحیحین کو حاصل ہوا اور ان کی صحت پر امت مسلمہ کا جو اجماع ہوا، یہ مقام عظیم کسی اور مجموعہ حدیث کو حاصل نہ ہو سکا۔ علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ صحیحین کی شروح میں سے ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) کی فتح الباری بدر الدین عینیؒ (۸۵۵ھ) کی عمدۃ القاری علامہ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی (۶۷۶ھ) کی صحیح مسلم بشرح النووی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۶۹ھ) کی فتح الملہم اور جسٹس تقی عثمانی کی تکملہ فتح الملہم کو اہم اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب کی شرح

* لیکچرر، شعبہ اسلامیات، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، جھنگ کیمپس، جھنگ۔

ہذا در اصل شبیر احمد عثمانی کی شرح فتح الملہم کا تکملہ ہے۔ یہ صحیح مسلم کی عظیم الشان شرح ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے چودھویں صدی ہجری کے وسط میں صحیح مسلم کی شرح فتح الملہم لکھنے کا آغاز کیا۔ آپ نے یہ شرح کتاب النکاح تک تحریر فرمائی تھی کہ مسلمانوں کے لیے پاکستان کی شکل میں ایک ایسے خطہ کے حصول کی کاوشیں شروع ہو گئیں، جہاں مسلمان انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے نکل کر آزادی کی زندگی گزار سکیں۔ انگریزوں کی قوت اور ہندوؤں کی اکثریت سے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ خطہ کا حصول ایک خواب کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اس خواب کی عملی تعبیر میں سرگرم ہوئے تو تصنیف و تالیف کا کام رک گیا اور کتاب النکاح سے آگے نہ بڑھ سکا۔ یہاں تک کہ ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۹۴۹ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور فتح الملہم کا یہ کام تشنۂ تکمیل رہ گیا۔ تقریباً پچاس سال کا عرصہ اسی طرح گذر گیا، یہاں تک کہ شرح ہذا کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کو منتخب فرمایا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع کے حکم پر ۲۵ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ کو اس کام کا آغاز کیا اور تقریباً پونے انیس سال کی خاموش محنت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ۲۶ صفر ۱۴۱۵ھ کو مولانا محمد تقی عثمانی کے ہاتھوں سے فتح الملہم کی تکمیل فرما دی۔ محمد تقی عثمانی صاحب موجودہ دور کے عظیم محقق، مدبر، مفسر، محدث اور مفکر ہیں۔ موصوف کی اس شرح میں یک جا اتنا محدثانہ اور محققانہ مواد مل جاتا ہے کہ صرف اسی ایک تصنیف کو متعلقہ مباحث میں ایک کتب خانہ کے قائم مقام قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ تصنیف اساتذۂ حدیث اور طالبان علوم نبوت کے لیے ایک گراں قدر علمی تحفہ، مباحث، معلومات، فوائد و نکات اور نادر تحقیقات و تنقیحات کا ایسا خزانہ بن گئی ہے جو انہیں سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی سے محفوظ کر دیتی ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ انسانی زندگی کے معاشی و اقتصادی، سیاسی، تمدنی و معاشرتی اور انفرادی و اجتماعی تمام امور و مسائل کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

معاش کو انسانی زندگی میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ قرآن پاک میں معاشیات سے متعلق احکام بیان کئے گئے ہیں۔ محدثین نے ان کی اہمیت کے پیشِ نظر اپنی کتبِ احادیث میں معاشیات سے متعلق مختلف ابحاث مستقل کتب و ابواب (کتاب البیوع، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، کتاب الھبۃ، کتاب الفرائض اور کتاب الوصیۃ وغیرہ) کی صورت میں درج کی ہیں۔ تقی عثمانی صاحب کے تکملہ فتح الملہم میں بھی مذکورہ امور معاشیہ سے متعلق کافی و شافی تفصیلات موجود ہیں۔

تکملہ فتح الملہم کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوئی ہے کہ اقتصادی و معاشی مسائل کی تحقیق میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے مختلف مناہج اختیار کئے ہیں۔ بعض مقامات پر موصوف

نے جمہور علمائے کرام کی جانب سے احادیثِ صحیح مسلم کی تاویلات نقل کرتے ہوئے مسلکِ جمہور کی تائید کی ہے اور مسلکِ جمہور کو راجح قرار دیا ہے۔ بعض مسائل میں حنفی مسلک کی تائید اور امام ابو حنیفہؒ پر وارد اعتراضات کی تردید بھی کی ہے، مزید برآں حنفی ہونے کے باوجود بعض مسائل میں فریقِ مخالف کے مسلک کو بھی راجح قرار دیا ہے۔ان تمام مناہج کی توضیح مع امثلہ مضمونِ ہذا میں پیش کی جا رہی ہے۔

اجتہاداتِ فقہائے جمہور کی تائید اور مولانا تقی عثمانی کا اسلوب

اگر کسی مسئلہ کے بارے میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہوں، تو مولانا تقی عثمانی صاحب نے تمام فقہائے کرام کی آراء مع دلائل نقل کی ہیں، نیز ان آراء کا ناقدانہ جائزہ پیش کرتے ہوئے معتدل انداز اور تفہیمانہ اسلوب سے بعض مسائل میں جمہور علمائے کرام کے مسلک کی تائید کی ہے۔ اس منہج کی مثال درج ذیل ہے:

مسئلہ اجارۃ الارض

اجارۃ الارض کے بارے میں ائمہ کرام کی مختلف آراء ہیں۔اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی بندہ اپنی زمین کو سونے، چاندی، نقد کرنسی یا کپڑوں کے بدلے اجرت پر دے دے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اس کے جواز پر متفق ہیں۔ محدث ربیعۃ الرائیؒ نے اس کے جواز کو سونے اور چاندی پر منحصر کیا، ان کے ہاں اجارۃ الارض صرف نقدین (سونے اور چاندی) کے بدلے جائز ہوگا۔ امام مالکؒ کے نزدیک کھانے والی چیزوں کے علاوہ سونے، چاندی اور دیگر اشیاء کے بدلے بھی جائز ہے۔امام ابو حنیفہ، شافعی، احمد، ابو یوسف، محمد رحمہم اللہ اور جمہور علمائے کرام کے ہاں سونے، چاندی، غلہ، کپڑے اور باقی تمام اشیاء کے ساتھ اس کو اجرت پر دینا جائز ہے،.برابر ہے جو اس میں کاشتکاری کرتا ہے اس کی جنس میں سے ہو یا اس کے علاوہ ہو۔(۱) جبکہ طاؤس، حسن بصری، ابن حزم، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مسروق، شعبی، طاوس، ابن سیرین اور قاسم بن محمد رحمہم اللہ کی رائے کے مطابق اجارۃ الارض مطلقاً حرام ہے۔(۲)

ابن حزمؒ اور ان کے موافقین کی دلیل حدیثِ مبارکہ:

عن جابر بن عبداللہ قال: نهى رسول الله ﷺ عن كراء الأرض، وعن بيعها السنين، وعن بيع الثمر حتى يطيب۔ (۳)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے اور کئی برس کے لیے بیع کرنے سے منع فرمایا ہے اور (درخت پر لگے ہوئے) پھل کو پکنے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ان علماء کے اس حدیث سے استدلال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے کراء الارض سے مطلقاً منع فرمایا ہے اور کراء الارض کے لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا، مگر اس کو نقود کے ساتھ یا کسی متعین چیز کے بدلے اجارہ پر دینا، جو اس کی پیداوار کے علاوہ ہو۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس مسئلہ میں جمہور علمائے کرام کے درج ذیل دلائل نقل کیے ہیں:

۱۔ عن حنظلة بن قيس أنه سأل رافع بن خديج عن كراء الأرض، فقال : نهى رسول الله ﷺ عن كراء الأرض، قال : فقلت : أبالذهب والورق؟ فقال : أما بالذهب والورق فلا بأس به۔ (۴)

حنظلہ بن قیس نے رافع بن خدیج سے کراء الارض کے متعلق پوچھا، انہوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے کراء الارض سے منع فرمایا، میں نے پوچھا: کیا سونے اور چاندی کے بدلے؟ انہوں نے فرمایا: سونے اور چاندی کے بدلے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۲۔ عن حنظلة بن قيس : عن رافع بن خديج قال : حدثني عماى أنهم كانوا يكرون الأرض على عهد النبي ﷺ بما ينبت على الأربعاء أو شيئ يستثنيه صاحب الأرض، فنهى النبي ﷺ عن ذلك، فقلت لرافع، فكيف هي بالدينار والدرهم؟ فقال رافع: ليس بها بأس بالدينار والدرهم۔ (۵)

حنظلہ بن قیس سے روایت ہے: رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں: میرے چچاؤں نے بیان کیا کہ وہ عہدِ نبوی ﷺ میں زمین کو (اس شرط پر) کرایہ پر دیتے تھے جو اس کے کناروں پر اُگے گا یا ایسی چیز (کے بدلے) جسے زمین والا مستثنیٰ کر لیتا، پس نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا، میں نے رافع سے پوچھا، دینار و درہم کے بدلے ہو؟ تو رافع نے فرمایا: دینار و درہم کے بدلے کوئی حرج نہیں۔

۳۔ عن حنظلة قال: سألت رافع بن خديج عن كراء الأرض بالذهب والورق، فقال : لا بأس به، انما كان الناس يؤاجرون على عهد النبي ﷺ على الماذيانات وأقبال

الجداول وأشياء من الزرع، فيهلك هذا، ويسلم هذا، ويسلم هذا، ويهلك هذا، فلم يكن للناس كراء الا هذا، فلذلك زجر عنه، فأما شيئ معلوم مضمون فلا بأس به۔ (۶)

حنظلہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے رافع بن خدیج سے سونے اور چاندی کے ساتھ کراء الارض کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اجرت پر دیتے تھے کھیتوں کے کنارے اور جہاں سے کھار وغیرہ گذرتے تھے اور کچھ کھیتی (اپنے لیے متعین کر لیتے) پس ایک اس میں ہلاک ہو جاتا اور دوسرا بچ جاتا اور کبھی ایک بچ جاتا اور دوسرا ہلاک ہو جاتا، لوگوں کے لئے صرف یہی کرایہ ہوتا تھا، اسی لیے اس سے منع فرمایا اور اگر شے معلوم ہو اور اس کی ضمان بھی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۴۔ عن حنظلة أنه سمع رافع بن خديج يقول : كنا أكثر الأنصار حقلا، قال : كنا نكرى الأرض على أن لنا هذه ولهم هذه، فربما أخرجت هذه ولم تخرج هذه، فنهانا عن ذلك، وأما الورق فلم ينهنا۔ (۷)

حنظلہ سے مروی ہے، انہوں نے رافع بن خدیج کو فرماتے ہوئے سنا: ہم اکثر انصاری لوگ کاشتکار تھے، ہم زمین کو (اس شرط پر) کرایے پر دیتے کہ ہمیں یہ اور انہیں یہ ملے گا، کبھی اس میں پیداوار ہوتی اور کبھی نہ ہوتی، پس ہمیں اس سے منع کر دیا گیا، جہاں تک پیسوں کے بدلے کا تعلق ہے تو اس سے منع نہیں فرمایا۔

۵۔ ابو داؤد نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

كنا نكرى الأرض بما على السواقي من الزرع وما سعد بالماء منها، فنهانا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن ذلك، وأمرنا أن نكريها بذهب أو فضة۔ (۸)

ہم زمین کرایے پر دیتے تھے اس (بنیاد یا شرط) پر جو کھیتی کے کناروں پر ہوتی اور جہاں پانی وافر ہوتا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم زمین کو سونے اور چاندی کے بدلے کرایے پر دیا کریں۔

٦۔ عن عبداللہ بن السائب قال: دخلنا علی عبداللہ بن معقل فسألناہ عن المزارعة، فقال: زعم ثابت أن رسول اللہ ﷺ نھی عن المزارعة، وأمر بالمؤاجرة، وقال: لا بأس بھا۔ (٩)

عبداللہ بن سائب سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہم معقل بن عبداللہ کے پاس گئے اور ان سے مزارعت کے بارے میں پوچھا، انہوں نے فرمایا: ثابت کا خیال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مزارعت سے منع فرمایا اور اجرت کا حکم دیا اور فرمایا: اس میں حرج نہیں۔

٧۔ عن ابن عباس قال: کنا نکری أرض رسول اللہ ﷺ، ونشترط أن لا نعرھا بعرة الناس۔ (١٠)

ابن عباسؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کی زمین کو کرایے پر دیتے تھے اور ہم شرط لگاتے تھے کہ ہم اس طریقے سے کرایے پر نہ لیں گے، جس طرح لوگ لیتے تھے۔

موصوف نے ان احادیث سے استدلال کے ساتھ جمہور علمائے کرام کے مسلک کی تائید کرتے ہوئے بیان کیا:

فھذہ الأحادیث مفسرة لأحادیث النھی عن کراء الأرض، یتبین منھا أن الذی نھی عنہ من کراء الأرض ھو شکل مخصوص منہ، کان یطلق علیہ اسم کراء الأرض فی ذلک الزمان، وھو ما بیناہ فی الصورة الأولی من صور اشتراک صاحب الأرض والعامل فانھم کانوا یعینون أرضا مخصوصة ویشترطون ما خرج من تلک الأرض بخصوصھا، وذلک باطل بالاجماع --- فأما کراء الأرض بالذھب والفضة فلم ینہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (١١)

پس یہ احادیث کراء الارض سے ممانعت والی احادیث کی تفسیر کرتی ہیں، ان سے واضح ہو رہا ہے کہ زمین کو کرایہ پر دینے کی جن صورتوں سے نبی ﷺ نے منع فرمایا، وہ خاص صورت تھی، اس پر اس زمانہ میں کراء الارض کے نام کا اطلاق ہوتا تھا اور وہ صورت تھی زمین والے اور عامل کا اشتراک، وہ مخصوص زمین متعین کر لیتے اور شرط لگاتے جو اس زمین میں خاص طور پر پیداوار آئے اور اسی لیے یہ اجماعی طور پر باطل ہے--- جہاں تک

سونے اور چاندی کے بدلے زمینوں کو کرایے پر دینا ہے، تو نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

اخیر میں موصوف نے مزید بیان کیا:

وبالجملة، فجواز کراء الأرض بالنقود ثابت بالروایات الصریحة الصحیحة، وما ورد ممایخالفه ضعیف أو مؤول، ولذلك أطبق الجماهیر من الفقهاء علی جوازه، حتی جعله ابن قدامة في المغنی اجماعا، فکاد قول ابن حزم أن یکون خارقاللاجماع۔ (۱۲)

خلاصہ یہ ہے کہ نقود کے ساتھ زمین کو کرایہ پر لینا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اور جو اس کے مخالف روایات ہیں وہ ضعیف یا موؤل ہیں اور اسی لیے جمہور فقہاء کا اس کے جواز پر اتفاق ہے، حتی کہ ابن قدامہ نے المغنی میں اسے اجماع کہا ہے، قریب ہے کہ ابن حزم کا قول اجماع کے خلاف ہو۔

اس منہج کی مزید امثلہ بیع المزایدہ (۱۳) ، پیداوار کے غیر معین حصہ کے بدلے مزارعت کرنا (۱۴) اور پڑوسی کی دیوار میں شہتیر رکھنے (۱۵) کے مسئلہ کے تحت بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

احناف کے دفاع میں نظائر

امورِ معاشیہ سے متعلق بعض اختلافی مسائل میں صاحبِ تکملہ مسلکِ حنفی کی تائید کرتے ہیں۔ اس اسلوب کی مثال ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

کتوں کی بیع کے جواز و عدمِ جواز کا مسئلہ

کتوں کی بیع کے جواز و عدمِ جواز کے مسئلہ میں ائمہ کی آراء مختلف ہیں۔ فقہاء کی ایک جماعت مطلقاً کتے کی بیع کی حرمت کی قائل ہے، خواہ کتا سدھایا ہوا ہو یا اس کے علاوہ ہو، اس کو رکھنا یا پالنا جائز ہو یا نہ ہو۔ اس جماعت میں امام شافعی، احمد، حسن، محمد بن سیرین، عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حکم، حماد بن ابی سلیمان، ربیعہ، اوزاعی، اسحاق، ابو ثور، ابن منذر رحمھم اللہ اور اہلِ ظاہر شامل ہیں (۱۶) اور امام مالکؒ سے بھی یہی بات ایک قول میں مروی ہے۔ مالکیہ کے ہاں جس کتے کے رکھنے کی اجازت ہے، اس کی بیع جائز ہے اور جس کتے کو رکھنا جائز نہیں، اس کی بیع جائز نہیں۔ (۱۷)

کتوں کی بیع کی ممانعت کے جواز کے قائلین نے حدیثِ مبارکہ:

عن أبي مسعود الأنصاري : أن رسول الله ﷺ نهی عن ثمن الکلب، ومهر البغي، وحلوان الکاهن۔ (۱۸)

سے استدلال کیا ہے، کیونکہ یہ ہر کتے کے ثمن کی حرمت میں عام ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ، عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، ابو یوسف، محمد، ابن کنانہ اور سحنون رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ جن کتوں سے نفع اٹھایا جاتا ہے، ان کا بیچنا جائز ہے اور ان کے ثمن مباح ہیں۔(۱۹)

اسی طرح متاخرین میں سے بعض حنابلہ نے شکاری کتے کی بیع کو جائز قرار دیا۔ (۲۰)

مفتی تقی عثمانی صاحب نے احناف کی تائید درج ذیل دلائلِ نقلیہ سے کی ہے:

۱۔ جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے :

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن ثمن الكلب والسنور، الا كلب صید (۲۱)

نبی ﷺ نے کتے اور بلیوں کی بیع سے منع فرمایا، سوائے شکاری کتے کے۔

۲۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

نهی عن ثمن الكلب إلا كلب الصيد۔ (۲۲)

کتے کے ثمن سے منع کیا سوائے شکاری کتے کے۔

۳۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

رخص رسول الله صلی الله علیه وسلم فی ثمن كلب الصيد۔ (۲۳)

نبی ﷺ نے شکاری کتے کے ثمن میں رخصت دی ہے۔

۴۔ امام طحاوی نے عطاء سے نقل کیا ہے، انہوں نے فرمایا:

لا بأس بثمن الكلب السلوقی۔ (۲۴)

سلوقی کتے (یمن کا ایک علاقہ) کے پیسے لینے میں کوئی حرج نہیں۔

۵۔ طحاوی اور بیہقی نے عمرو بن شعیب سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا:

أنه قضی فی كلب صید قتله رجل بأربعین درهما، وقضی فی كلب ماشية بكبش۔ (۲۵)

انہوں نے شکاری کتے کے بارے میں چالیس درہم کا فیصلہ کیا، جس کو ایک بندے نے قتل کیا اور ایسے ہی انہوں نے رکھوالی والے کتے کے بارے میں ایک مینڈھے کا فیصلہ کیا۔

۶۔ امام بیہقی نے نقل کیا ہے:

أن عثمان رضی الله عنه أغرم رجلا ثمن كلب قتله: عشرین بعیرا۔ (۲۶)

حضرت عثمانؓ نے ایک بندے پر کتے کی قیمت کے بدلے بیس اونٹ کا جرمانہ عائد کیا، جس (کتے) کو اس نے قتل کیا تھا۔

۷۔علامہ ابن شہاب زہری سے منقول ہے انہوں نے فرمایا:

اذا قتل الکلب المعلم فانه یقوم قیمته، فیغرمه الذی قتله (۲۷)

جب سکھایا ہوا کتا مارا جائے اس کی قیمت لگائی جائے گی، جتنی قیمت ہو گی، قاتل دے گا۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے مذکورہ تمام روایات کی اسانید کے حوالے سے کلام نقل کرنے کے بعد بیان کیا:

فھذہ لأدلة بأجمعھا تدل علی جواز بیع الکلاب التی جاز الانتفاع بھا۔ (۲۸)

پس یہ سارے دلائل ان کتوں کی بیع کے جواز پر دلالت کرتے ہیں، جن سے نفع لینا جائز ہے۔

بعد ازاں صاحبِ تکملہ نے کتوں کی بیع کی ممانعت سے متعلق احادیث کی تاویلات کرتے ہوئے حنفی مسلک کی تائیدیوں کی:

وأما حدیث الباب، وسائر الأحادیث التی ورد فیھا النھی عن ثمنھا مطلقا، فقد حملھا الامام محمد رحمه الله فی الحجة علی النسخ، (۲۹) وقال: فکان تحریم بیعھا عندنا حین أمر بقتلھا واخراجھا، فلما نھی عن ذلک رسول الله ﷺ نسخ تحریم بیعھا۔ ومما یدلکم علی ھذا أن الحدیث منسوخ، أنه جاء فی الحدیث أن من السحت ثمن الکلب، وأجر الحجام، ثم رخص فی أجر الحجام، فکذلک رخص عندنا فی بیع الکلب النافع حین نھی عن قتلھا۔

فان قیل: ان النسخ لا یثبت الا بعد علم التاریخ، قلنا : ان الأحکام فی حق الکلاب قد انتقلت من التشدید الی التخفیف--- وقد ثبت أحادیث الرخصة--- فالظاھر کونھا متأخرة، ولأن الصحابة والتابعین الذین رووا أحادیث النھی قد عملوا بأحادیث الرخصة، وھذا من أقوی الأدلة علی النسخ۔

وقد أجاب بعض الحنیفة عن حدیث الباب بأن النھی عن ثمن الکلب لیس للتحریم، بل ھو لاظھار الدناءة فیه، والدلیل علیه أنه مقرون بالنھی عن کسب الحجام فی بعض الروایات، وعن ثمن الھر فی بعضھا ولا یقول بحرمتھما أحد من الأئمة الأربعة۔ (۳۰)

جہاں تک حدیثِ باب (صحیح مسلم کی مذکور حدیث) اور ان تمام احادیث کا تعلق ہے جو کتے کے ثمن سے مطلقاً نہی سے متعلق ہیں۔ امام محمدؒ نے انہیں نسخ پر محمول کیا ہے اور فرمایا: ہمارے نزدیک ان کے بیچنے کی حرمت اس وقت تھی جب ان کو قتل کرنے اور نکالنے کا حکم تھا، جب اس کی ممانعت ہو گئی تو ان کی بیع کی حرمت بھی منسوخ ہو گئی۔ جس سے تمہیں پتہ چلے گا کہ یہ حدیث منسوخ ہے، (وہ یہ ہے) حدیث میں آیا ہے کہ کتے کی قیمت اور حجام کی اجرت حرام ہے، پھر آپ ﷺ نے حجام کی اجرت میں رخصت دے دی، اسی طرح ہمارے نزدیک نافع کتے کی بیع میں بھی رخصت دے دی، جب آپ ﷺ نے ان کے قتل کرنے سے منع کر دیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نسخ تاریخ کے علم کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے، ہم کہتے ہیں کہ کتے کے حق میں احکام شدت سے آسانی کی طرف منتقل ہوئے---اور احادیثِ رخصت ثابت ہو چکی ہیں---ظاہر ہے کہ یہ رخصت متاخرہ ہے، صحابہ اور تابعین جنہوں نے احادیثِ نہی کو روایت کیا، انہوں نے خود رخصت کی احادیث پر عمل کیا ہے اور یہ نسخ کی بڑی قوی دلیل میں سے ہے۔

اور بعض احناف نے حدیثِ باب کا یہ جواب دیا ہے کہ کتے کی قیمت کی ممانعت حرمت کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس کے گھٹیا ہونے کے اظہار کے لیے ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اسے بعض روایات میں حجام کی اجرت اور بعض میں بلی کے ثمن کی نہی کے ساتھ ملایا گیا ہے، حالانکہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی ان دونوں کی حرمت کا قائل نہیں۔

مسئلہ بیع الصکاک (۳۱)، خیار الشرط، (۳۲) بیع التعاطی (۳۳)، تفسیر بدو الصلاح (۳۴)، بیع القلادۃ فیھا حرز و ذھب (نگ اور سونا لگے ہار کی بیع) (۳۵)، جواز اقتراض الحیوان (۳۶) اور مسئلہ الشفعۃ للجار (۳۷) میں اسی منہج کے نظائر ملتے ہیں، نیز عرایا کی متعدد تفاسیر کے تذکرہ کے بعد موصوف نے امام ابو حنیفہ کی رائے کی تائید میں دلائل نقل کئے ہیں۔(۳۸)

مسلکِ احناف کو غیر راجح قرار دینے کے نظائر

تکملہ فتح الملہم کی فقہی ابحاث کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوئی ہے کہ مفتی تقی عثمانی صاحب مذہبی تعصب کے غلو سے بڑی حد تک آزاد ہیں۔ مذاہبِ اربعہ کے اقوال کو امانت کے ساتھ نقل کرنے میں بڑے حریص ہیں، مکمل انصاف کے ساتھ ان کے دلائل پیش کرتے ہیں

اور کسی معین مذہب کے لیے تعصب اور ہٹ دھرمی سے بچتے ہوئے اس مسلک کو ترجیح دیتے ہیں، جو دلیل سے ثابت ہو۔ گویا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی اس تحقیقی کاوش میں غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا ہے اور اگر کہیں حنفی مسلک میں کوئی کمزوری پائی گئی، تو کھلے دل سے اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس منہج کے چند نظائر ملاحظہ کیجئے۔

مسئلة ثبوت خیار المجلس للمتبایعین (متبایعین کے لیے خیارِ مجلس کے ثبوت کا مسئلہ

بائع اور مشتری کے لیے خیارِ مجلس کے حوالہ سے ائمہ کرام کی آراء اختلافی ہیں۔ حدیثِ مبارکہ:

عن ابن عمر: أن رسول الله ﷺ قال: البيعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه مالم يتفرقا الا بيع الخيار۔ (۳۹)

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے جب تک دونوں جدا نہ ہو جائیں سوائے بیع خیار کے۔

سے استدلال کرنے کے ساتھ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ خیارِ مجلس کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث میں جدا ہونے سے مراد تفرق بالابدان ہے اور ان کے ہاں محض ایجاب و قبول سے بیع لازم نہ ہو گی، بلکہ متبایعین میں سے ہر ایک کے لیے فسخ بیع کا اختیار ثابت ہو گا، حتی کہ مجلس بیع ختم ہو جائے اور وہ جسمانی طور پر جدا ہو جائیں، پس جب وہ جدا ہو جائیں گے، خیارِ مجلس ساقط ہو جائے گا اور بیع لازم ہو جائے گی۔ سعید بن المسیب، زہری، عطاء، طاؤس، شریح، شعبی، اوزاعی، ابن ابی ذئب، سفیان بن عیینہ، ابن ابی ملیکہ، حسن بصری، ہشام بن یوسف، اسحاق بن راہویہ، ابی ثور، ابی عبید، محمد بن جریر طبری رحمہم اللہ اور اہل ظاہر کی بھی یہی رائے ہے۔ (۴۰) جبکہ فقہائے احناف و مالکیہ خیارِ مجلس کے قائل نہیں، ان کے ہاں بیع ایجاب و قبول کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے اور متبایعین میں سے کسی ایک کے لیے اس کے بعد خیار باقی نہیں رہتا، سوائے شرط یا رؤیت یا عیب کے (ان صورتوں میں فسخِ بیع کا اعتبار رہے گا)۔ اس رائے کے قائلین میں سے امام ابو حنیفہ، محمد، ابو یوسف، مالک بن انس، سفیان ثوری، ابراہیم النخعی اور ربیعة الرای رحمہم اللہ ہیں۔ (۴۱)

مصنف موصوف نے اس مسئلہ میں احناف و مالکیہ کے دلائل نقلیہ مع وجوہِ استدلال نقل کیے ہیں۔ (۴۲) جن سے واضح ہوتا ہے کہ بیع باہمی رضامندی سے ایجاب و قبول کے ساتھ پوری ہو جاتی ہے اور فریقین میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی رضامندی کے بغیر اس عقد کو فسخ کرنے کا ارادہ کرے۔ بعد ازاں تقی صاحب نے احناف کی تائید میں خیارِ مجلس کے قائلین کی

استدلال کردہ روایت کی احناف کی جانب سے تاویلات نقل کی ہیں۔ (۴۳) ان تاویلات کا لبِ لباب یہ ہے کہ حدیث میں تفرق سے مراد تفرق بالقول ہے، تفرق بالابدان نہیں اور اس حدیث کا تعلق خیارِ قبول سے ہے خیارِ مجلس سے نہیں۔

احناف کی جانب سے بیان کردہ دلائل وتاویلات پر عدمِ اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اور خیارِ مجلس کے قائلین کی رائے کو اولیٰ قرار دیتے ہوئے مولانا تقی عثمانی صاحب نے بیان کیا:

لخصت للطالبین ههنا أقوی ما قیل فی دلائل الحنفیة فی هذه المسئلة، ولکن الحقیقة أن قلبی لا ینشرح لما قاله الحنفیة فی الاعتذار عن حدیث الباب، ففی جمیع دلائلهم و تأویلاتهم عندی نظر، لأن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما (؟) فهم من هذا الحدیث التفرق بالأبدان وأن موضوعه ثبوت خیار المجلس۔ (۴۵)

میں نے یہاں اس مسئلہ کے بارے میں احناف کے مضبوط ترین دلائل کا خلاصہ طلباء کے لیے پیش کر دیا ہے اور لیکن حقیقت یہ ہے کہ احناف نے حدیثِ باب (قائلینِ خیارِ مجلس کی استدلال کردہ روایت) کے عذر میں جو کچھ کہا اس سے میرے دل کو شرح صدر نہیں ہوئی، ان تمام دلائل اور تاویلات پر میرے نزدیک اعتراض ہے، اس لیے کہ ابن عمرؓ نے اس حدیث سے تفرق بالابدان سمجھا اور ان کے نزدیک اس حدیث کا موضوع خیارِ مجلس کا ثبوت ہے۔

بعد ازاں مفتی تقی عثمانی صاحب نے ایسی احادیثِ مبارکہ نقل کیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک حدیث میں تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہے، نیز حدیثِ مبارکہ خیارِ مجلس کے ثبوت سے متعلق ہے۔ (۴۶) اخیر میں صاحبِ تکملہ نے قائلینِ خیارِ مجلس کی رائے کو اولیٰ قرار دیتے ہوئے بیان کیا:

فظهر أن الصحابة رضی الله عنهم فهموا من الحدیث ثبوت خیار المجلس علی اختلاف بینهم فی تفسیر المجلس، وما فهم الصحابة من الحدیث أولی بالقبول۔ (۴۷)

پس ظاہر ہوا کہ صحابہؓ نے اس حدیث سے مراد خیار مجلس کا ثبوت سمجھا، اگرچہ ان کے درمیان مجلس کی تفسیر میں اختلاف ہے اور صحابہ کرام حدیث سے جو سمجھے، وہ قبول کے اعتبار سے اولیٰ ہے۔

ربا الفضل میں حرمت کی علت کا مسئلہ

ربا الفضل میں حرمت کی علت کے بارے میں ائمہ کی آراء اختلافی ہیں۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے احناف کی تائید میں دلائل نقلیہ وعقلیہ نقل کرنے کے بعد مالکیہ کی رائے کو راجح اور احناف کی رائے کا مبنی بر احتیاط ہونا ذکر کیا اور اخیر میں عصرِ حاضر کے تناظر میں عمل کے لحاظ سے مالکی مسلک کو اولیٰ قرار دیا ہے۔ (۴۸)

فقہائے احناف کی اختلافی آراء میں مفتی بہ اور راجح قول

اگر کسی مسئلہ کے بارے میں حنفی مسلک کے علمائے کرام کی آراء مختلف ہوں، تو مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان اختلافی آراء میں سے مفتی بہ و مختار قول اور ترجیحی رائے کے ذکر کا اہتمام بھی کیا ہے۔ اس اسلوب کے چند نظائر ملاحظہ کیجئے۔

خمر کی تعریف کے بارے میں مفتی بہ قول

شراب کی خرید وفروخت تمام فقہائے کرام کے نزدیک حرام ہے، البتہ خمر کی تعریف کے بارے میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خمر کی تعریف یہ ہے:

انگوروں کا کچا پانی، جب وہ گاڑھا ہو جائے اور جوش مارنے لگے۔ (۴۹)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو بیچنا مطلقاً حرام ہے اور جہاں تک دیگر حرام مشروبات یا نشہ آور اشیاء کا تعلق ہے، تو ان کی بیع امام اعظمؒ کے ہاں باوجود مکروہ ہونے کے منعقد ہو جاتی ہے، اس لیے کہ حدیث میں خمر کی بیع سے منع کیا گیا ہے اور خمر کے نام کا اطلاق صرف انگوروں کے کچے پانی پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ باقی شرابوں میں ان کا قیمت والا ہونا اپنی اصل پر باقی رہے گا، جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک انگوروں، کھجوروں اور کشمش کے رس کو پکا کر حاصل کردہ جوس بھی خمر کے حکم میں ہے اور ان سب کی بیع حرام ہے۔ (۵۰)

مولانا تقی عثمانی صاحب نے امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کی اختلافی آراء نقل کرنے کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے قول کو مفتی بہ قرار دیتے ہوئے بیان کیا:

وحاصل ذلک أن البیع باطل علی القول المختار عند الحنفیة فی الخمر، یعنی النأی من ماء العنب فقط، وبیع الأشربة المحرمة أو المسکرة منعقد عندهم مع الکراهة۔ (۵۱)

احناف کے قولِ مختار کے مطابق خمر، یعنی صرف انگوروں کے کچے پانی کی بیع حرام ہو گی اور دوسری حرام یا نشہ آور چیزوں کی بیع ان کے ہاں کراہت کے ساتھ منعقد ہو جائے گی۔

معینہ فلوس (سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں سے بنے سکے) کو تفاضل کے ساتھ بیچنے کا مسئلہ

ایک متعین سکہ کو دوسرے دو متعین سکوں کے بدلے بیچنے کے بارے میں فقہ حنفی کے علمائے کرام کی آراء اختلافی ہیں۔امام محمدؒ کے نزدیک یہ بیع ناجائز ہے، ان کے ہاں سکے متعین کرنے سے بھی متعین نہیں ہوتے، کیونکہ یہ ثمن ہیں اور ثمن متعین نہیں ہوتے اور معاملہ کرنے والوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان کی ثمنیت کو باطل کر دیں، کیونکہ ان کا ثمن ہونا سب کی اصطلاح سے ثابت ہو چکا ہے اور بعض کی اصطلاح سے یہ ساقط نہیں ہو سکتا۔ جبکہ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک معینہ فلوس کو تفاضل کے ساتھ بیچنا جائز ہے، وہ کہتے ہیں کہ فلوس اصل میں سامان تھے اور وہ متعاقدین کی اصطلاح سے ثمن ہیں۔ اگر وہ ثمنیت کے ابطال پر اور اصل کی طرف لوٹنے میں اصطلاح قائم کر لیں، تو ان کے لیے اختیار ہے۔ اس وقت یہ سکے عددی سامان بن جائیں گے اور ان میں اضافہ جائز ہو گا، جیسا کہ تمام عددی اشیاء میں ہوتا ہے۔ (۵۲)

مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان اختلافی آراء کے اندراج کے بعد عصرِ حاضر کے تناظر میں امام محمدؒ کے قول کو زیادہ قابلِ عمل اور راجح قرار دیتے ہوئے بیان کیا:

والذی یظهر لهذا العبد الضعیف- عفا الله عنه- أن قول محمد رحمه الله أولی بالأخذ فی زماننا، فانه قد نفدت الیوم دراهم أو دنانیر مضروبة بالفضة أو الذهب، وصارت الفلوس بمنزلتها فی کل شیئی، فلو أبیح التفاضل فیها- ولو بتعیینها- لانفتح باب الربا بمصراعیه لکل من هب ودب، فینبغی أن یختار قول محمد رحمه الله- (۵۳)

اور میرے سامنے یہ ظاہر ہوا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام محمدؒ کا قول زیادہ قابلِ عمل ہے، آج کل درہم یا دینار ختم ہو چکے ہیں، جو سونے یا چاندی کے بنائے جاتے تھے اور یہ سکے ہی ہر چیز میں ان کی جگہ پر آ چکے ہیں پس اگر ان کے اندر اضافہ کو جائز کہہ دیا جائے۔ اگرچہ متعین کر کے ہی ہو۔ تو ربوا کا دروازہ ہر اس شخص کے لیے، جو تیز چلنے والا ہے اور جو آہستہ چلنے والا ہے، کھل جائے گا۔ پس مناسب ہے کہ امام محمدؒ کے قول کو اختیار کیا جائے۔

مزید فرماتے ہیں:

ثم ان قول محمد رحمه الله يبدو راجحاً من حيث الدليل أيضا، لأن ابطال ثمنية الفلوس لا يتصور له مقصود صحيح، فقلما يوجد من يطمع في خصوص مادة الفلوس من حيث كونها قطعات صفر أو حديد۔ وانما يرغب فيها من حيث ثمنيتها، فلو تصالحا على ابطال ثمنيتها، لا يكون ذلك الا حيلة مصطنعة لتحليل التفاضل، ومثل ذلك لا يقبله الشرع۔ نعم يمكن أن يتصور قول الشيخين في الفلوس التي يقصد اقتناؤها من حيث موادها وصنعتها، ولا يقصد التبادل بها، كما هو معتاد عند بعض الناس في عصرنا من اقتناء عملات شتى البلاد، وشتى الأنواع، لتكون ذكرى تاريخية، ففي مثل هذه الفلوس يمكن أن يتصور ما قاله الشيخان رحمهما الله، ويبدو أن في التفاضل في مثل هذه الفلوس سعة على قول الشيخين، وأما الفلوس التي يقصد بها التبادل، دون خصوص المادة، فلا ينبغي المساهلة في أمرها، فانها من أقوى الذرائع الى الربا، فلا بد من سده۔ (۵۴)

امام محمدؒ کا قول دلیل کے اعتبار سے بھی راجح ہے، کیونکہ فلوس کی ثمنیت کے باطل ہونے کا کوئی خاص صحیح مقصود و متصور نہیں ہوتا، بہت کم ایسا بندہ ملے گا، جو فلوس کے مادہ میں خاص طور پر طمع کرے گا۔ اس لیے کہ وہ پیتل یا لوہے کے ٹکڑے ہیں۔ ان میں ان کے ثمن ہونے کی وجہ سے رغبت کی جاتی ہے، اگر ان کی قیمت کے باطل ہونے پر دو بندے صلح کر لیتے ہیں، تو یہ محض تفاضل کو حلال کرنے کے لیے خود ساختہ حیلہ ہو گا اور شریعت ایسے حیلے کو قبول نہیں کرتی۔ ہاں ممکن ہے کہ ان سکوں میں شیخین کے قول کا تصور کر لیا جائے، جنہیں مادہ اور صنعت کے اعتبار سے جمع کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے اور ان میں تبادل کا ارادہ نہیں کیا جاتا، جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ مختلف ملکوں اور قسموں کے سکے جمع کرتے ہیں، تاکہ تاریخی یادگار ان کے پاس ہو۔ ممکن ہے کہ اس قسم کے لوگوں میں وہ بات تصور کر لی جائے، جو شیخین نے کہی اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے سکوں میں تفاضل کی گنجائش ہے اور جہاں تک ان سکوں کا تعلق ہے جن سے تبادلہ کا ارادہ ہوتا ہے، خاص مادے کا ارادہ نہیں ہوتا، ان کے معاملے میں سہولت دینا مناسب نہیں، یہ سود کا بہت بڑا ذریعہ ہو گا، اس کو بند کرنا ضروری ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب غلط آراء کی تصریح وتردید

بعض متقدمین شارحین اور فقہائے کرام نے امام اعظمؒ اور ان کے ساتھی امام محمدؒ کی طرف غلط آراء منسوب کی ہیں۔ مصنف موصوف نے ان آراء کی حقیقت بیان کرتے ہوئے مخالفین کے اعتراضات کی تردید کی ہے۔ جیسا کہ ذیل کی امثلہ سے واضح ہو گا۔

تلقی البیوع کے جواز میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے کی حقیقت

تلقی البیوع کی کراہت اور عدمِ جواز میں تمام فقہائے کرام متفق ہیں، البتہ احناف دھوکے کی عدم موجودگی (مال لانے والے پر قیمت کا دھوکہ نہ ہو اور نہ ہی شہر والوں کا نقصان ہو) میں اس بیع کے جواز کے قائل ہیں، لیکن ابن قدامہ نے ابو حنیفہؒ کی طرف تلقی کے جواز کی مطلقاً نسبت کی ہے۔(۵۵) اس ضمن میں صاحبِ تکملہ نے یوں ذکر کیا:

وقد تسامح ابن قدامة في المغني حيث نسب اليه جواز التلقي مطلقا، فان كتب الحنفية مشحونة بكراهة تلقي الجلب۔ (۵۶)

ابن قدامہ نے المغنی میں تسامح کیا ہے، جب انہوں نے ابو حنیفہؒ کی طرف تلقی کے جواز کی مطلّقاً نسبت کر دی، کتبِ حنفیہّ تلقی الجلب کی کراہت سے بھری پڑی ہیں۔

موصوف نے امام اعظمؒ کی طرف منسوب اس غلط رائے کی تردید میں بیان کیا:

أن النهي عند الحنفية معلول بعلة، وهي الضرر أو التلبيس، فمتى وجدت العلة تحقق النهي والا فلا، وهذا كما حكى ابن قدامة في المغني عن بعض الشافعية (۵۷) والأبي في شرح مسلم (۵۸) عن بعض المالكية أن الرجل اذا خرج من بلده لا لقصد التلقي، ثم وجد قافلة فاشترى منها فانه يجوز، مع أن ظاهر لفظ النهي يشمل هذه الصورة ايضا، وكما أن ظاهر النهي عن الاحتكار مطلق في الحديث، ولكن الفقهاء قد قيدوه بشروط--- فليس من الانصاف تفويق السهام الى الامام أبي حنيفة رحمه الله في أنه لم يعمل بعموم النهي عن التلقي۔ (۵۹)

احناف کے ہاں نہی علت کے ساتھ معلول ہے اور وہ (علت) نقصان یا دھوکہ ہے، جب یہ علت موجود ہو گی، تو نہی ثابت ہو گی وگرنہ نہیں اور یہ ایسے ہے جیسے ابن قدامہ نے المغنی میں اور الأبي نے شرح مسلم میں بعض مالکیہ سے حکایت کیا کہ ایک آدمی تلقی کے ارادے کے بغیر اپنے شہر سے نکلا، پھر اس نے ایک قافلے کو پایا، اس نے اس سے خریدا، یہ جائز ہے باوجود اس کے، کہ نہی کے لفظ کا ظاہر اس صورت کو بھی شامل ہے اور جیسا کہ حدیث میں احتکار سے مطلّقاً ممانعت ہے، لیکن فقہائے کرام نے اسے چند شروط کے ساتھ مقید کیا ہے--- امام ابو حنیفہؒ کی طرف اس بارے میں الزام تراشی کرنا انصاف نہیں ہے کہ انہوں نے تلقی کے سلسلے میں نہی کے عموم کے ساتھ عمل نہیں کیا۔

بیع الحاضر للبادی کے جواز میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے کی حقیقت

جمہور علمائے کرام کے نزدیک بیع الحاضر للبادی (دیہاتی کے لیے شہری کی بیع) ہر حال میں مکروہ ہے، جبکہ احناف کے ہاں یہ بیع اس وقت مکروہ ہے، جب اس سے شہر والوں کو نقصان پہنچے، اس لیے کہ دیہاتی اگر خود منڈی میں بیچے، وہ لوگوں کو سستی قیمت پر دے گا، لیکن اس شہری آدمی کا درمیان میں آنا اکثر مہنگائی پیدا کرے گا۔ بہر حال جب اس کی وجہ سے شہر والوں کو نقصان نہ پہنچے، تو احناف کے ہاں اس میں کوئی کراہت نہیں۔ گویا احناف کے ہاں نہی علت (شہر والوں کو نقصان پہنچنا) کے ساتھ معلول ہے۔ لیکن امام نووی، ابن حجر، اور ابن قدامہ رحمہم اللہ نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں بیع الحاضر للبادی مطلقاً جائز ہے۔ اس ضمن میں موصوف بیان کرتے ہیں:

ماحکاہ النووی ﴿۲۰﴾ والحافظ ﴿۲۱﴾ وابن قدامة ﴿۲۲﴾ وغیرھم من أن بیع الحاضر للبادی جائز عند أبی حنیفة مطلقا، لا یصح بھذا الاطلاق، فان کتب الحنفیة صریحة فی کراھتہ عند الضرر--- ﴿۲۳﴾ ولم ینفرد أبو حنیفة فی تقیید النھی بالضرر، وانما قیدہ الشافعیة والحنابلة بشروط أربعة: الأول: أن یکون الحاضر قصد البادی لیتولی البیع لہ، ﴿یعنی أن یکون الحاضر قد عرض علی البادی نفسہ لیصیر وکیلا لہ﴾ والثانی: أن یکون البادی جاھلا بالسعر، فاذا کان البادی عارفا بالسعر لم یحرم، والثالث: أن یکون قد جلب السلعة للبیع والرابع: أن یکون البادی مریدا لبیعھا بسعر یومھا، وزاد القاضی شرطا، وھو أن یکون بالناس حاجة الی متاعہ وضیق فی تأخیر بیعہ--- فأین اطلاق الحدیث وعمومہ؟ والحق أن ھؤلاء الفقھاء کلھم قد عللوا الحکم بعلة، وکذلک فعل أبو حنیفة رحمہ اللہ۔ (۶۴)

جو امام نووی، حافظ اور ابن قدامہ نے حکایت کیا کہ بیع الحاضر للبادی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں مطلقاً جائز ہے، یہ مطلقاً درست نہیں ہے۔ کتبِ حنفیہ نقصان کے وقت اس کے مکروہ ہونے کے بارے میں صریح ہیں۔---ابو حنیفہؒ نہی کو ضرر کے ساتھ مقید کرنے میں منفرد نہیں۔ شافعیہ اور حنابلہ نے اس کو چار شروط کے ساتھ مقید کیا: اول: شہری نے ارادہ کیا ہو کہ وہ دیہاتی کے لیے بیع کرے۔ ثانی: دیہاتی قیمت کو نہ جانتا ہو، اگر دیہاتی قیمت کو جانتا ہو تو حرام نہ ہو گا۔ ثالث: اس نے وہ سامان بیچنے کے لیے لایا ہو۔ رابع: دیہاتی ارادہ کرے کہ وہ اسے آج کے بھاؤ پر بیچے گا اور قاضی عیاض نے ایک شرط کا اضافہ کیا اور وہ یہ کہ لوگوں کو اس کے سامان کی ضرورت ہو اور بیع کی تاخیر میں لوگوں کو

تنگی ہو۔۔۔۔۔تو حدیث کا اطلاق اور اس کا عموم کہاں گیا؟ حق یہ ہے کہ ان تمام فقہائے کرام نے اس حکم کو علت کے ساتھ معلول کیا اور اسی طرح امام ابو حنیفہؒ نے کیا۔

حوالہ جات وحواشی

1) تقی عثمانی، محمد، مفتی، تکملہ فتح الملہم، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۳۲ھ، تکملہ، ۱/ ۴۳۳؛النووی، یحییٰ بن شرف، ابوزکریا، صحیح مسلم بشرح النووی، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۰۱ھ، کتاب البیوع، باب: کراء الارض، ۱۰/ ۱۹۸

2) تکملہ، ۱/ ۴۳۳؛ابن حزم، علی بن احمد بن سعید، المحلی، دار الجیل بیروت، دار الآفاق، الجدیدہ، بیروت، س۔ن، احکام المزارعۃ، ۸/ ۲۲۴

3) تکملہ، ۱/ ۴۳۲؛ مسلم بن حجاج، ابوالحسین، القشیری، صحیح مسلم، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۱ھ، کتاب البیوع، باب: کراء الارض، (۳۹۱۵)

4) تکملہ، ۱/ ۴۳۳؛ صحیح مسلم؛کتاب البیوع، باب: کراء الارض بالذھب والورق، (۳۹۵۱)

5) تکمہ، ۱/ ۴۳۴؛البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، صحیح البخاری، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۱۹ھ، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب: کراء الارض بالذھب والفضۃ، (۲۳۴۶، ۲۳۴۷)

6) تکملہ، ۱/ ۴۳۴؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب: کراء الارض بالذھب والورق، (۳۹۵۲)

7) تکملہ، ۱/ ۴۳۴؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب: کراء الارض بالذھب والورق، (۳۹۵۳)

8) تکملہ، ۱/ ۴۳۴؛ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، سنن ابی داؤد، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۳۰ھ، کتاب البیوع، باب: المزارعۃ، (۳۳۱۹)

9) تکملہ، ۱/ ۴۳۴؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب: فی المزارعۃ والمؤاجرۃ، (۳۹۵۶)

10) تکملہ، ۱/ ۴۳۴؛الھیثمی، علی بن ابی بکر، نور الدین، حافظ، کشف الأستار عن زوائد البزار علی الکتب الستۃ، تحقیق، حبیب الرحمٰن الاعظمی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۹ھ، ۲/ ۹۵۔۹۶

11) تکملہ، ۱/ ۴۳۴۔۴۳۵

12) تکملہ، ۱/ ۴۳۵؛ابن قدامۃ، عبداللہ بن احمد بن محمد، المغنی، دار عالم الکتب للطباعۃ والنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۴۱۹ھ، باب المزارعۃ، فصل فی اجارۃ الارض، ۷/ ۵۶۹۔۵۷۲

13) تکملہ، ۱/ ۳۲۵۔۳۲۶

14) تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۴۳۶۔۴۴۴

15) تفصیل ملاحظہ کیجئے، تکملہ، ۱/ ۶۷۰۔۶۷۲

16) تکملہ، ۱/ ۵۲۶؛ بدرالدین العینی، محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ۲۰۰۵ء، کتاب البیوع، باب: ثمن الکلب، ۸/ ۵۷۳

17) تکملہ، ۱/ ۵۲۶؛ ابن رشد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، الریاض، مکۃ المکرمۃ، ۱۴۱۵ھ، کتاب البیوع، ۲/ ۲۲۲؛ الأبی، محمد بن حلیفہ، الوشتانی، صحیح مسلم مع شرحہ المسمی اکمال اکمال المعلم، تحقیق، محمد سالم ہاشم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۵ھ، کتاب المساقاۃ، باب تحریم ثمن الکلب، ۵/ ۴۴۴۔۴۴۵

18) تکملہ، ۱/ ۵۲۵۔۵۳۲؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب تحریم ثمن الکلب، وحلوان الکاھن، ومھر البغی، (۴۰۰۹(

19) تکملہ، ۱/ ۵۲۶؛ عمدۃ القاری، کتاب البیوع، باب: ثمن الکلب، ۸/ ۵۷۴؛ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن محمد، ابو عبداللہ، المغنی، دار عالم الکتب للطباعۃ والنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ، السعودیہ، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۴۱۹ھ، کتاب البیوع، ۶/ ۳۵۲۔۳۵۳

20) تکملہ، ۱/ ۵۲۶

21) تکملہ، ۱/ ۵۲۷؛ سنن النسائی، کتاب الصید والذبائح، باب: الرخصۃ فی ثمن کلب الصید، (۴۳۰۰(

22) تکملہ، ۱/ ۵۲۸؛ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، جامع الترمذی، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۳۰ھ، باب: الرخصۃ فی ثمن کلب الصید، (۱۲۸۱(

23) تکملہ، ۱/ ۵۲۸؛ الخوارزمی، محمد بن محمود بن محمد، جامع مسانید الامام الاعظم، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ، ۲/۱۰

24) تکملہ، ۱/ ۵۲۹؛ الطحاوی، احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک بن سلمۃ، ابو جعفر، شرح معانی الآثار، محقق، محمد زاہری النجار، مکتبۃ دار الباز عیاض احمد الباز، مکۃ المکرمۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۶ھ، کتاب البیوع، باب: ثمن الکلب، ۴/ ۵۸

25) تکملہ، ۱/ ۵۳۰؛ شرح معانی الآثار، ایضاً

26) تکملہ، ۱/ ۵۳۰؛ السنن الکبری، کتاب البیوع، جماع ابواب بیوع الکلاب وغیر مما لایحل، (۱۱۱۷۹)، ۸/ ۳۰۶

27) تکملہ، ۱/ ۵۳۰؛ شرح معانی الآثار، کتاب البیوع، باب: ثمن الکلب، ۴/ ۵۹

28) تکملہ، ۱/ ۵۳۱

29) الشیبانی، محمد بن الحسن، ابو عبداللہ، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، مطبعۃ المعارف الشرقیۃ، حیدر آباد، دکن، ۱۳۸۷ھ، ۲/ ۷۵۸

30) تکملہ، ۱/ ۵۳۱

31) تکملہ، ۱/ ۳۶۰ـ۳۶۱

32) تکملہ، ۱/ ۳۸۱ـ۳۸۳

33) تکملہ، ۱/ ۳۱۸ـ۳۱۹

34) تکملہ، ۱/ ۳۸۳ـ۳۸۵

35) تکملہ، ۱/ ۶۰۲ـ۶۰۵

36) تکملہ، ۱/ ۶۴۱ـ۶۴۴

37) تکملہ، ۱/ ۶۶۵ـ۶۶۸

38) تکملہ، ۱/ ۴۰۷ـ۴۱۶

39) تکملہ، ۱/ ۳۶۷ـ۳۷۴؛ صحیح مسلم؛ کتاب البیوع، باب: ثبوت خیار المجلس للمتبایعین، (۳۸۵۳)

40) تکملہ، ۱/ ۳۶۷؛ المغنی، کتاب البیوع، ۶/ ۱۰؛ محمد عبد الحئ، ابوالحسنات، التعلیق الممجد علی موطأ محمد رحمہ، فرنگی محل لکھنؤ، س۔ن، کتاب البیوع فی التجارات والسلم، باب: مایوجب البیع بین البائع والمشتری، ص: ۳۴۰

41) تکملہ، ۱/ ۳۶۷ـ۳۶۸؛ ابن الترکمانی، علاؤالدین علی بن عثمان، السنن الکبری مع الجوہر النقی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، س۔ن، کتاب البیوع، باب: المتبایعان بالخیار مالم یتفرقا، ۵/ ۲۷۲؛ التعلیق الممجد، کتاب البیوع فی التجارات والسلم، باب: مایوجب البیع بین البائع والمشتری، ص: ۳۴۰

42) تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۳۶۸ـ۳۶۹

43) تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۳۶۹ـ۳۷۲

44) عن ابن عمر عن رسول اللہ ﷺ انہ قال: اذا تبایع الرجلان فکل واحد منہما بالخیار مالم یتفرقا وکانا جمیعا، او یخیر احدہما الآخر فتبایعا علی ذلک فقد وجب البیع، وان تفرقا بعد ان یتبایعا ولم یترک واحد منہما البیع فقد واجب البیع۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین، (۳۸۵۵)

45) تکملہ، ۱/ ۳۷۳

46) تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۳۷۳

47) تکملہ، ۱/ ۳۷۴

48) تفصیل کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۵۷۸ـ۵۸۴، مفلس (دیوالیہ) کے پاس بائع کی چیز بعینہٖ پائے جانے کے مسئلہ میں بھی اس منہج کی نظیر ملتی ہے، تفصیل دیکھئے: تکملہ، ۱/ ۴۹۳ـ۵۵۰

49) تکملہ، ۱/ ۵۵۰

50) ماخوذ از، تکملہ، ۱/ ۵۵۰۔۵۵۱؛ المرغینانی، علی بن ابو بکر، برھان الدین، ملخص از الھدایۃ (عکسی) مع الدرایۃ للعلامہ ابی الفضل احمد بن علی بن محمد العسقلانی مع الحاشیۃ للعلامۃ محمد عبد الحئی لکھنوی، مکتبۃ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، کتاب الاشربۃ، ۴/ ۴۹۷۔۴۹۹

51) تکملہ، ۱/ ۵۵۱

52) دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۵۸۸

53) تکملہ، ۱/ ۵۸۸

54) تکملہ، ۱/ ۵۸۹

55) تکملہ، ۱/ ۳۳۰؛ المغنی، کتاب البیوع، ۶/ ۳۱۳

56) تکملہ، ۱/ ۳۳۰

57) المغنی، کتاب البیوع، ۶/ ۳۱۴

58) اکمال اکمال المعلم، کتاب البیوع، باب: النھی عن التلقی، ۵/ ۳۲۵۔۳۲۶

59) تکملہ، ۱/ ۳۳۱

60) صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب البیوع، باب: تحریم بیع الحاضر للبادی، ۱۰/ ۱۶۴۔۱۶۵

61) ابن حجر العسقلانی، احمد بن شہاب، ابو الفضل، فتح الباری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۴۰۸ھ، کتاب البیوع، باب: ھل یبیع حاضر لباد بغیر اجر وھل یعینہ او ینصحہ، ۴/ ۵۲۸

62) المغنی، کتاب البیوع، ۶/ ۳۱۰

63) ابن الھمام، محمد بن عبد الواحد، کمال الدین، فتح القدیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۲ھ، کتاب البیوع، ۶/ ۴۳۷۔۴۳۸؛ ابن نجیم، عبد اللہ بن احمد بن محمود، ابو البرکات، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۸ھ، کتاب البیع، باب: البیع الفاسد، ۶/ ۱۶۴

64) تکملہ، ۱/ ۳۳۵۔۳۳۶؛ مصراۃ جانور کی بیع میں بھی صاحبِ تکملہ نے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے کی حقیقت بیان کی ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے، تکملہ، ۱/ ۳۳۹۔۳۴۳